نماز کے بعض اہم مسائل

۱۔ موزوں اور جرابوں پر مسح

تالیف: مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

۲۔ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا اور اس کا شرعی حکم

تالیف: الشیخ فہد بن عبد الرحمن الشویب

۳۔ سجدۂ سہو کا بیان

تالیف: الشیخ عبد الرحمن عزیز

۴۔ جماعت میں شریک ہونے کا بیان

تالیف: الشیخ عبد الرحمن عزیز

موزوں اور جرابوں پر مسح

تالیف: مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

احادیث میں موزوں اور جرابوں کے لئے خفین، نعلین، جورب اور تساخین کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اول الذکر دو الفاظ عام طور پر چمڑے کے موزوں کے لئے اور ثانی الذکر الفاظ سوتی، اونی اور چمڑے کی جرابوں کے لئے استعمال کرتے ہیں بلکہ اہلِ لغت کی صراحت کی رو سے ہر وہ چیز جورب ہے جسے لفافے کی طرح پاؤں میں پہن لیا جائے اور جس سے پاؤں ڈھک جائیں۔ اس تعریف کی رو سے جرابیں سوت کی بنی ہوئی ہوں یا نائیلون کی، اون کی ہوں یا چمڑے کی، سب پر جورب کا اطلاق صحیح ہے۔ اور جرابوں پر مسح کرنا احادیث سے ثابت ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے بھی خفین پر مسح کیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ٢٠٦)

اور اہل لغت نے خفین کو بھی جوربین میں شامل کیا ہے۔

ہماری اس بات کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ایک اثر سے بھی ہوتی ہے جو صحیح سند سے مروی ہے، جس کی سند کو علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے "جید" قرار دیا ہے اور اس اثر کو ترمذی کے حاشیے پر نقل فرمایا ہے، وہ اثر یہ ہے:

ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بے وضو ہو گئے تو انھوں نے وضو کیا، اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے اور اونی جرابوں پر مسح کیا، میں نے ان سے کہا: آپ ان جرابوں پر مسح کر رہے ہیں! تو انھوں نے فرمایا:

" انهما خفان ولكنهما من صوف ." "یہ بھی موزے ہیں لیکن اون کے ہیں۔"

علامہ احمد شاکر مصری رحمہ اللہ یہ اثر نقل کر کے لکھتے ہیں:

" وهذا الاثر عن انس يدل على انه ، وهو من اهل اللغة ، يرى ان الجوربين يطلق عليهما اسم الخفين ايضا ، وان المقصود من ذلك مايستر الرجلين ،

من غیر نظر الی ما یصنع منه، جلدا او صوفا او غیر ذلک۔"

(جامع الترمذي (حاشیة): ١٦٩/١، حدیث: ٩٩)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک جرابوں پر خفین (موزوں) کا اطلاق بھی صحیح ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اہل زبان میں سے ہیں (اس لیے ان کی بات معتبر ہے) اور اس سے مقصود ایسی چیز ہے جو پیروں کو ڈھانپ لے قطع نظر اس کے کہ وہ کس چیز کی بنی ہوئی ہے چمڑے کی ہے یا اون کی یا اون کے علاوہ کسی اور چیز کی۔"

جرابوں پر مسح کرنے کی واضح روایت:

علاوہ ازیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک روایت ترمذی میں موجود ہے جس میں نعلین کے ساتھ جرابوں پر بھی مسح کرنے کا ذکر ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"توضأ النبی ﷺ ومسح علی الجوربین والنعلین۔" (جامع الترمذي: ٩٩)

"نبی ﷺ نے وضو فرمایا اور جرابوں اور (چمڑے کے) موزوں (جوتوں) پر مسح کیا۔"

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور ان کے علاوہ دیگر محققین حدیث نے بھی ان کی تائید کی ہے کیوں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے لیکن ترمذی میں یہ روایت جرابوں پر مسح کرنے کے اضافے کے ساتھ ہے۔ اس اضافے کو بیان کرنے والا راوی ثقہ ہے اور ثقہ راوی کا اضافہ محدثین کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہوتا ہے، چنانچہ ان مسلمہ اصولوں کی روشنی میں علامہ احمد شاکر مصری، علامہ جمال الدین قاسمی، امام العصر شیخ البانی، امام ابن دقیق العید وغیرہم رحمتہ اللہ علیہم نے اس حدیث کو صحیح قرار دے کر نبی ﷺ سے موزوں کے ساتھ جرابوں پر بھی مسح کرنے کا اثبات کیا ہے۔ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت کو مختلف مواقع پر محمول کیا ہے، یعنی یہ کسی ایک ہی وقت کا واقعہ نہیں ہے لیکن مختلف واقعات ہیں، کسی وقت آپ ﷺ نے موزوں پر اور کسی وقت جرابوں پر مسح فرمایا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: تعلیقات احمد شاکر علی جامع الترمذی: ١٦٧/١، ١٦٩، إرواء الغليل: ١٣٧/١، ١٣٨، المحلی لابن حزم: ٨٤/٢، ٨٧)

صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما **کی رائے:**

اسی حدیث، مسح علی الجوربین، کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دونوں شاگردوں: امام محمد اور قاضی ابو یوسف نے بھی اپنے استاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف کرتے ہوئے موٹی جرابوں پر مسح کرنے کا جواز تسلیم کیا ہے۔ ہدایہ میں ہے:

"ولا يجوز المسح على الجوربين عند ابى حنيفة الا ان يكونا مجلدين اومنعلين، وقالا يجوز اذا كانا ثخينين لا يشفان لما روى ان النبى عليه الصلاة والسلام مسح على جوربيه." (الهداية فى شرح بداية المبتدى: ۳۵/۱)

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں۔ ہاں اگر وہ مجلد یا منعل ہوں تو جائز ہے اور صاحبین (امام محمد اور ابو یوسف) نے کہا: جرابوں پر مسح جائز ہے اگر وہ موٹی ہوں، باریک نہ ہوں، اس لیے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔"

علاوہ ازیں فقہ حنفی کی متعدد کتابوں میں امام صاحب کا اپنے مسلک سے رجوع کر کے اپنے دونوں شاگردوں کی رائے کو اختیار کر لینے کا ذکر ہے اور اس کی تفصیل یہ لکھی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وفات سے ۹ یا ۳ دن پہلے بیمار ہو گئے تو انھوں نے جرابوں پر مسح کیا اور مزاج پرسی کرنے والوں سے فرمایا: "فعلت ما كنت امنع الناس عنه."

"آج میں نے وہ کام کیا ہے جس سے میں لوگوں کو منع کرتا تھا۔"

اس واقعے کو نقل کر کے فقہائے احناف لکھتے ہیں:

"فاستدلوا به على رجوعه."

"اس سے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ امام صاحب نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا۔"

اور اتنا ہی نہیں، بلکہ ہدایہ وغیرہ میں یہاں تک لکھا ہوا ہے:

"وعليه الفتوى" "اور اب فتویٰ بھی اسی (رجوع والے مذہب) ہی پر ہے۔"

(الهداية: صفحہ مذکورہ، الجوهرة النيرة شرح مختصر القدورى: ۲۹/۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اپنی رائے سے رجوع کرنے کا ذکر امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی جامع ترمذی میں کیا ہے جو مصری محدث و محقق کے نسخۂ ترمذی میں موجود ہے اور علامہ بنوری نے بھی اپنی شرح ''معارف السنن'' میں اس کو تسلیم کیا ہے۔

اس کے بعد تو فقہائے احناف کو جرابوں پر مسح کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ ان کے تینوں بڑے امام اس کے قائل ہیں اور فتویٰ بھی اسی رائے پر ہے۔ اس کے بعد انکار کا کیا جواز ہے؟

ثخانت کا مسئلہ:

باقی رہا مسئلہ ثخانت، یعنی موٹی ہونے کا کہ صاحبین کے نزدیک یہ جواز تب ہے جب جرابیں موٹی ہوں، باریک نہ ہوں۔ یہ مسئلہ بھی ثخانت کی اس تعریف سے حل ہو جاتا ہے جو خود فقہاء نے ثخانت (موٹے ہونے) کی ہے:

☆...... ''وهو ان يستمسك على الساق من غير ان يربط بشيء .''

''ثخین (موٹی) سے مراد وہ جراب ہے جو پنڈلی پر کسی چیز کے ساتھ باندھنے کے بغیر ٹھہر جائے۔''

☆...... ''والثخينين ما يستمسك بالقدم من غير رباط .'' (معارف السنن: ۱/۳۴۶)

''موٹی جرابیں وہ ہیں جو پیر کے ساتھ بغیر کسی رسی (وغیرہ) کے باندھے ٹھہر جائیں۔''

اس تعریف کی رُو سے ہر قسم کی جراب، چاہے وہ اُونی ہو یا سوتی یا نائیلون کی، موٹی ہو یا پتلی، ہر جراب پاؤں اور پنڈلیوں پر خود بہ خود ٹھہر جاتی ہے، اسے کسی چیز سے باندھنا نہیں پڑتا۔

اس مسلمہ تعریف کے بعد موٹی اور پتلی کی بحث کا بھی کوئی جواز نہیں رہتا، ہر قسم کی جراب پر جو قدم کو ڈھانکے اور جلد نظر نہ آئے، مسح کا جواز ثابت ہو جاتا ہے۔ احادیث میں تو پہلے ہی اس شرط اور تفریق کا کوئی اشارہ نہیں ملتا، ان میں تو مطلق جوربین (جرابوں) کا ذکر ہے جس میں موٹی اور پتلی ہر قسم کی جراب شامل ہے۔ بلکہ جورب (جراب) کی تعریف سے بھی یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے:

"والجورب: لفافة الرجل يتخذ من غزل صوف او قطن او شعر لا ستد فاء القدم."

(معارف السنن)

"جورب پیر کا لفافہ (اس کو ڈھانپنے والی چیز) ہے جو اون، یا روئی، یا بالوں سے بنائی جاتی ہے پیر کو گرم رکھنے کے لئے۔"

نعلین کی بھی یہی تعریف ہے، یعنی وہ بھی لفافة الرجل ہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہ چمڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔

اسی لئے ایک اور حنفی عالم مولانا مودودی نے، جن کو اللہ نے اس مسئلے پر شرح صدر فرمایا، ہر قسم کی جرابوں پر مسح کرنے کا جواز تسلیم کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

"سوتی اور اونی جرابوں کے معاملے میں عموماً ہمارے فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ موٹی ہوں اور شفاف نہ ہوں کہ ان کے نیچے سے پاؤں کی جلد نظر آئے اور کسی قسم کی بندش کے بغیر خود قائم رہ سکیں۔ میں نے اپنی امکانی حد تک یہ تلاش کرنے کی کوشش کی کہ ان شرائط کا ماخذ کیا ہے مگر سنت میں ایسی کوئی چیز نہ مل سکی۔ سنت سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا ہے...... (روایت لکھنے کے بعد لکھتے ہیں:) اس روایت میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی ﷺ نے فقہاء کی تجویز کردہ شرائط میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو۔ اور نہ ہی یہ ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ جن جرابوں پر حضور نے اور مذکورہ صحابہ کرام نے مسح کیا، کس قسم کی تھیں۔ اسی لئے میں کہنے پر مجبور ہوں کہ فقہاء کی عائد کردہ ان شرائط کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔ اور فقہاء، چونکہ شارع نہیں ہیں، اس لئے ان شرطوں پر اگر کوئی عمل نہ کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہو سکتا۔

مسح علی الخفین پر غور کر کے میں نے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دراصل یہ تیمم کی طرح ایک سہولت ہے جو اہل ایمان کو ایسی حالتوں میں دی گئی ہے جب کہ وہ کسی صورت سے پاؤں ڈھکنے پر مجبور ہوں اور بار بار پاؤں دھونا ان کے لئے موجب نقصان یا وجہ مشقت ہو۔ اس رعایت کی بنا اس مفروضے پر نہیں ہے کہ طہارت کے بعد موزے پہن لینے سے پاؤں نجاست سے محفوظ رہیں گے۔ اس لیے

ان کے دھونے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ بلکہ اس کی بنا اللہ کی رحمت ہے جو بندوں کو سہولت عطا کرنے کی مقتضی ہوئی۔ لہٰذا ہر وہ چیز جو سردی سے یا راستے کے گرد و غبار سے بچنے کے لئے یا پاؤں کے کسی زخم کی حفاظت کے لئے آدمی پہنے اور جس کے بار بار اتارنے اور پہننے میں آدمی کو زحمت ہو اس پر مسح کیا جا سکتا ہے خواہ وہ اونی جراب ہو یا سوتی، چمڑے کا جوتا ہو یا کرچ کا۔ یا کوئی کپڑا ہی ہو جو پاؤں پر لپیٹ کر باندھ لیا گیا ہو۔

میرے نزدیک دراصل یہی معنی مسح علی الخفین وغیرہ کی حقیقی روح ہیں اور اس روح کے اعتبار سے وہ تمام چیزیں یکساں ہیں جنھیں ان ضروریات کے لیے آدمی پہنے جن کی رعایت ملحوظ رکھ کر مسح کی اجازت دی گئی ہے۔" (رسائل و مسائل، حصہ دوم، ص: ۱۷۰، ۱۷۱ ملخصاً)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا طرز عمل اور فقہائے احناف کا جمود:

یہی وہ حقیقی روح تھی جو بیماری میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سمجھ میں آ گئی تھی اور انھوں نے اپنی رائے سے رجوع کر کے جرابوں پر مسح کر لیا، جس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ وہ جرابیں کس قسم کی تھیں؟ ظاہر بات ہے وہ مجلدین یا منعلین نہیں تھیں جن کی وہ اس سے پہلے شرط لگایا کرتے تھے۔ مجلدین وہ موزے جن کے اوپر نیچے چمڑا ہو اور منعلین وہ موزے جن کا صرف نچلا حصہ چمڑے کا ہو۔ علاوہ ازیں حنفی فقہ کی معتبر کتابوں (ہدایہ وغیرہ) میں یہ صراحت بھی ہے کہ فتویٰ امام صاحب کے آخری عمل پر ہے۔ اس کے باوجود فقہائے احناف اور موجودہ علمائے احناف کا جمود ناقابل فہم ہے جو جرابوں پر مسح کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور امت مسلمہ کو ایسی سہولت سے محروم کر رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

علمائے احناف کا ناقابل فہم عذر:

اگر وہ یہ کہیں کہ ہم امام صاحب کے رجوع کو اس لئے اہمیت نہیں دیتے کہ جرابوں پر مسح کرنے کی احادیث صحیح نہیں ہیں، صرف خفین پر مسح کرنے کی روایات صحیح ہیں۔

اولاً: ان کا یہ دعویٰ غیر صحیح اور ان کے عمومی طرز عمل کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ ان کا عمومی طرز عمل تو یہ ہے کہ فقہ حنفی کے مسائل کو اہمیت دیتے ہوئے انھوں نے بے شمار صحیح احادیث کو مختلف حیلوں یا خانہ زاد اُصولوں کی بنیاد پر نا قابل عمل اور مردود ٹھہرا رکھا ہے۔ بنا بریں ان کا حدیث کو اہمیت دینے کے دعوے کو کیوں کر صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ اس مسئلے کی حد تک یہ صرف ان کا فقہی جمود اور اکابر پرستی کی ریت ہے جو ان کے ہاں بڑی مستحکم ہے۔

ثانیاً: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو، جو جرابوں پر مسح کرنے کی دلیل ہے اور سنداً بالکل صحیح ہے، اپنے خود ساختہ اصولوں کی بنیاد پر ضعیف یا قرآن کے خلاف ہونے پر ظنی اور خبر واحد کہہ کر رد کر دینا، جیسا کہ مولانا بنوری نے کیا ہے، یہ ان کا وہی وتیرہ ہے جو متعدد احادیث کے بارے میں انھوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے اور وہ قرآن کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآنی حکم ''غسل رجلین'' کی مُخصِّص یا مُفسِّر ہے جس سے قرآن کے ایک حکم کی تخصیص یا تفسیر ہوتی ہے کہ اگر طہارت کی حالت میں موزے یا جرابیں پہنی گئی ہوں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے، اس حالت میں پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں ہے، مقیم کو ایک دن، ایک رات اور مسافر کو تین دن، تین راتیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل:

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تیرہ (۱۳) صحابہ سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے اور کسی صحابی سے ان کی مخالفت ثابت نہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان کی بنیاد یہی صحابہ کا عمل اور صریح قیاس ہے کیوں کہ موزوں اور جرابوں کے درمیان کوئی ایسا مؤثر فرق نہیں ہے جس کی بنا پر ان کے درمیان حکم میں کوئی فرق کرنا صحیح ہو۔

مذکورہ احادیث، آثارِ صحابہ، اہل لغت کی صراحت اور قیاس صریح سے واضح ہے کہ جرابوں اور موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، چاہے وہ چمڑے کے ہوں یا اُون کے، سوتی ہوں یا نائیلون کے،

موٹے ہوں یا پتلے۔ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کیا جا سکتا ہے، ان کے درمیان فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہ شرطیکہ جرابیں پہنتے وقت انسان باوضو ہو۔

مسح کرنے کی مدت:

وضو کی حالت میں پہنی ہوئی جرابوں پر مقیم آدمی ایک رات اور ایک دن اور مسافر تین دن اور تین راتیں مسح کر سکتا ہے، البتہ احتلام اور جنابت کی صورت میں یہ رخصت ختم ہو جائے گی کیوں کہ ان صورتوں میں غسل واجب ہو جاتا ہے، البتہ قضائے حاجت سے یہ رخصت ختم نہیں ہوگی بلکہ برقرار رہے گی۔ اور مذکورہ مدت کے اندر مقیم اور مسافر پیر دھونے کی بجائے جرابوں پر مسح کر سکتے ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۷۶، صحیح بخاری: ۵۷۸۸)

مسح کے وقت کی ابتدا:

موزوں پر مسح کی مدت کا آغاز وضو کرنے کے بعد سے نہیں ہوگا بلکہ اس وقت سے ہوگا جب وہ بے وضو ہونے کے بعد پہلی مرتبہ مسح کرے گا مثلاً نماز فجر کے وقت وضو کر کے جرابیں پہنیں، پھر کچھ دو گھنٹے کے بعد بے وضو ہو گیا لیکن اس نے ظہر کے لئے وضو کیا اور جرابوں پر مسح کر لیا تو اس مسح سے مسح کی مدت کا آغاز ہوگا اور اگلے دن کی ظہر تک مقیم کے لئے مسح کرنا جائز ہوگا۔ اس طرح گویا وہ چھ نمازوں کے لئے مسح کر سکے گا۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے فتاوی اسلامیہ: ۱/۳۱۶۔۳۱۷)

ایک دوسری رائے یہ ہے کہ مسح کی ابتدا پہلی مرتبہ وضو کر کے جرابیں پہننے کے وقت سے ہوگی اس طرح صرف پانچ نمازوں کے لیے مسح کرنا جائز ہوگا یعنی ایک دن اور ایک رات۔ احتیاط اسی دوسری رائے میں ہے۔ واللہ اعلم

اگر کسی کھلے میدان میں نماز پڑھنی ہو اور جوتوں سمیت پڑھنی ہو تو جوتوں پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا اور اس کا شرعی حکم

تالیف: الشیخ فہد بن عبدالرحمن الشویب ترجمہ: عبدالعظیم جواد

باسم اللہ والحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ امابعد!

یہ مختصر رسالہ ایک اہم مسئلہ کے متعلق ہے جو علماء کے ہاں بہت کم زیر بحث آیا ہے۔ اس رسالے میں نمازیوں کا کرسی پر نماز پڑھنا، خصوصاً باجماعت نماز کے احکام پر بحث کی گئی ہے۔ اس کی غرض وغایت نمازیوں کو نماز کی اصلاح اور اس کے منافی امور سے اجتناب کی رغبت دلانا ہے۔

نماز دین کا ستون ہے اور شہادتین کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ تمام اعمال کی اصلاح کا دارومدار اور انحصار نماز کی درستی پر ہے اگر نماز درست ہوگی تو باقی تمام اعمال بھی صحیح ہوں گے، اگر نماز ہی درست نہ ہوگی تو باقی اعمال بھی خراب ہو جائیں گے۔ اس لیے نماز کو اس کے تمام ارکان اور کمال حسن کے ساتھ ادا کرنا بہت اہم ہے اور اس کی اہمیت وفضیلت کو بیان کرنا عین دین ہے۔

آج کل نمازیوں کی کثیر تعداد کرسیوں پر بیٹھ کر نماز ادا کرتی ہے اور کوئی مسجد بھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہے۔ ان میں سے بعض لوگ غیر شعوری طور پر غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ بسا اوقات نمازی آدمی رکوع وسجود تو نہیں کر سکتا مگر قیام کی استطاعت رکھتا ہوتا ہے لیکن وہ استطاعت کے باوجود کھڑا نہیں ہوتا جب کہ قیام نماز کا رکن ہے۔ ذیل میں ہم انھی کوتاہیوں اور حالات کو بالتفصیل بیان کریں گے۔

پہلی صورت:

جو لوگ قیام، رکوع اور سجود کی استطاعت کسی مرض، موٹاپے یا کسی اور عذر کی وجہ سے نہیں رکھتے، وہ کرسی پر ہر اس کیفیت میں نماز ادا کریں جو ان کے لئے ممکن وآسان ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ''حسب استطاعت اللہ سے ڈرتے رہو''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ ''اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

☆ افضل عمل یہ ہے کہ کرسی پر نماز پڑھنے والے بالکل امام کے پیچھے کھڑے نہ ہوں تاکہ اگر بہ وقت ضرورت امام کی نیابت میں امامت کروانی پڑے تو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ اور کرسی پر بیٹھنے والا شخص دروس و محاضرات کے موقع پر امام و سامعین کے درمیان حائل بھی نہ ہو۔

☆ بہتر یہ ہے کہ ہمیشہ چھوٹی کرسی ہی استعمال کی جائے جو صرف ضرورت کو پورا کرے اور صف بندی میں بھی سہولت رہے۔

دوسری صورت:

جو شخص قیام اور رکوع تو کرسکتا ہو مگر سجدے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ معمول کے مطابق نماز ادا کرے مگر سجدے کے وقت کرسی پر بیٹھ جائے اور بہ قدر استطاعت جھک کر سجدہ کرے۔

تیسری صورت:

اگر کوئی شخص قیام کی استطاعت تو رکھتا ہو مگر رکوع و سجود کی ہمت نہ پاتا ہو تو وہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے لیکن رکوع و سجود کے وقت کرسی پر بیٹھ جائے۔ اور سجدوں میں رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکاؤ ہو۔

چوتھی صورت: جو بندہ رکوع و سجود کا تو متحمل ہو مگر قیام میں اسے مشکل پیش آتی ہو تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے، رکوع کرسی کے بغیر کرے اور سجدہ زمین پر کرے۔ اسے چاہئے کہ حسب ضرورت ہی رخصت سے فائدہ اٹھائے اور بغیر عذر کے رخصت پر عمل نہ کرے۔ رخصت کو ضرورت تک محدود رکھے اور بلا وجہ رخصتوں پر عمل نہ کرے۔

پانچویں صورت:

اگر کوئی شخص قیام اور رکوع میں تو دقت محسوس کرے مگر سجدہ بہ آسانی بجالاسکتا ہو، وہ تمام نماز کرسی

پر بیٹھ کر ادا کرے مگر سجدہ زمین پر کرے۔

یاد رہے یہ تمام احکام فرض نماز کے متعلق ہیں نفل نماز کے متعلق وسعت رکھی گئی ہے کہ بندہ جیسے آسانی محسوس کرے نماز ادا کر لے کیوں کہ نبی ﷺ نے نفل نماز سواری پر بھی ادا کی ہے۔

☆...... حدیث نبوی ﷺ ہے: ((من صلى قاعدا فله نصف اجر القائم))

''بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی بہ نسبت آدھا اجر ہے۔''

یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کو کوئی عذر لاحق نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی معذور آدمی بیٹھ کر نماز ادا کرے گا تو وہ مکمل اجر کا مستحق ہوگا۔ واللہ اعلم

چھٹی صورت:

اگر کوئی شخص قیام، رکوع اور سجود کی ادائیگی تو کر سکتا ہے مگر دیگر نمازیوں کی طرح تشہد میں نہیں بیٹھ سکتا تو وہ تشہد کے وقت کرسی پر بیٹھ جائے۔

ساتویں صورت:

اصل طریقہ تو یہی ہے کہ معذور اور مریض لوگ زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کریں مگر کرسی پر بھی نماز جائز ہے

نماز میں کرسی کہاں رکھی جائے؟

۱۔ اگر کرسی درمیان صف میں ہے تو اس کے پچھلے پائے صف کے برابر رکھے جائیں اور خود بندہ صف سے متقدم ہو تا کہ پچھلے نمازیوں کو صف بندی میں دشواری نہ ہو۔

۲۔ اگر کرسی صف کے آخر میں ہے جہاں پیچھے مزید کوئی صف نہ ہو تو اگلے پائے صف کے برابر رکھے جائیں اور نمازی صف میں ہی کھڑا ہو، صف سے متقدم نہ ہو۔

۳۔ جو شخص کرسی پر نماز ادا کرے اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ رکوع وسجود کے وقت تو کرسی کو ہٹا دے اور قیام کی حالت میں پھر اس کو واپس اسی جگہ پر رکھ دے یا اس کے برعکس کرے۔ یہ ایک زائد عمل ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نیز کرسی پر بیٹھتے وقت اس کا اچھی طرح جائزہ

لینا چاہیے کہ آیا وہ بیٹھنے کے قابل بھی ہے، یا نہیں۔ کیوں کہ ایک محدود مدت کے بعد اشیاء ناکارہ ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور بعض اوقات جسیم آدمی کے بیٹھنے سے اس کے پائے ٹوٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سے خود اس آدمی کو اور اس کے اردگرد کے نمازیوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

بعض مخیر حضرات بہ نیت ثواب افادہ عام کے لئے مسجد میں کرسیاں رکھوا دیتے ہیں تو کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو اپنے لئے خاص کرے بلکہ جب مسجد میں آئے تو جو کرسی اضافی یا خالی ہو اس پر نماز ادا کرے۔ اور ایسے ہی اگر کسی شخص نے خاص اپنے لئے کوئی کرسی خرید کر رکھی ہے تو کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ صاحب کرسی کی اجازت کے بغیر اُسے استعمال کرے۔ واللہ اعلم

کرسی پر نماز پڑھنے کے متعلق قابل توجہ اُمور:

یہ بات ذہن نشین رہے کہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے خشوع وخضوع میں کمی واقع ہوتی ہے کیوں کہ اس حالت میں نمازی ارکانِ صلاۃ کو ان کی مشروع کیفیت میں ادا نہیں کر رہا ہوتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس رخصت سے صرف بہ وقت ضرورت ہی فائدہ اُٹھایا جائے اور دل لگی اور حضور قلب کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ رہا جائے اور غفلت کو حتی المقدور قریب نہ پھٹکنے دیا جائے۔

☆...... کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے اکثر لوگ مریض ہوتے ہیں، ہم اپنے لئے اور ان کے لئے اللہ سے عافیت اور دنیا وآخرت کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا بہت جلد مسجد میں آنا مناسب نہیں ہے خصوصاً جمعہ کے دن۔ کیوں کہ میں نے اکثر مشاہدہ کیا ہے کہ ایسے اکثر لوگ دورانِ خطبہ نیند میں خراٹے لے رہے ہوتے ہیں۔ مجھے بعض قابل اعتماد لوگوں نے ایسے واقعات بیان کیے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن بہت جلد مسجد میں آیا اور سو گیا ۔ جب مسجد کے کسی ذمہ دار نے اُسے بتایا کہ نماز ختم ہو چکی ہے اور تمام لوگ مسجد سے جا چکے ہیں تو وہ صاحب فرمانے لگے: میں تو جماعت کا انتظار کر رہا ہوں۔ انھیں بتایا گیا کہ جماعت تو بہت پہلے ہو چکی

ہے اور ان کی نماز جمعہ فوت ہوگئی ہے۔

☆...... بعض لوگ جب کسی ایسے کھڑے شخص کو نماز پڑھتے دیکھتے ہیں جس کے پیچھے کرسی موجود ہو تو وہ کرسی کو بے مقصد خیال کرتے ہوئے وہاں سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ رکھ دیتے ہیں۔ تو نمازی آدمی جب رکوع وسجود کے وقت اس گمان کے ساتھ کہ کرسی پیچھے موجود ہے، بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ زمین پر گر جاتا ہے۔ اور گرنے کی وجہ سے بعض اوقات اس کا مرض بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح ایک تو وہ اپنی نماز توڑ دیتا ہے اور دوسرا وہ ناراض ہو کر کرسی ہٹانے والے شخص کو برا بھلا بھی کہتا ہے۔

مسئلہ: جب کسی شخص کو ایسے حالات پیش آجائیں تو وہ اپنی نماز نہ توڑے بلکہ حسب استطاعت و توفیق نماز کو مکمل کرے۔ اور اگر گرنے کے دوران التفات بھی ہو جائے تو اس کو کوئی نقصان نہ دے گا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسی حالت میں نماز نہیں ہوئی۔ جب کہ ایسی حالت میں نماز ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

مسئلہ: اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ بعض لوگ سجدہ کرنے کے لئے میز نما چیز کرسی کے آگے رکھ لیتے ہیں، یہ عمل صحیح نہیں ہے۔ سراسر تکلف ہے جس کا ہمیں حکم نہیں دیا گیا۔ جب کہ نماز میں آدمی سے بغیر کسی تکلف کے حسبِ استطاعت اور حسبِ توفیق تقویٰ مطلوب ہے، تقویٰ کا حصول ہی نماز کی اصل ہے۔ اور یہی اکثر علماء کا موقف ہے۔

مسئلہ: ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ہمارے بعض بھائی سجدے کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو ہوا میں بچھا دیتے ہیں اور پھر ان کے برابر سجدہ کرتے ہیں، یہ درست عمل نہیں ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی صحیح دلیل موجود ہے، یہ سراسر تکلف ہے۔ صحیح مسئلہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔ واللہ اعلم

تمت المطوية والحمد لله أولا وأخيرا

سجدۂ سہو کا بیان

تالیف: الشیخ عبدالرحمٰن عزیز

سجدۂ سہو امت محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اس کے ذریعے نماز ایسے عظیم ترین رکن میں انسانی بھول سے پیدا ہونے والے نقص کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ سجدۂ سہو ہر قسم کی نماز میں بھول چوک پر واجب ہے، آدمی اکیلا نماز ادا کر رہا ہو یا با جماعت اور نماز فرض ہو یا نفل، بھول چوک پر سجدۂ سہو کیے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ))(مسلم: ۵۷۲/۹۲)

''جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بھول جائے تو اسے دو سجدے کرنے چاہئیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فِيْ كُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمْ))(ابن ماجہ: ۱۲۱۹)

''ہر قسم کی بھول میں سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں۔''

سلام سے قبل ایک سے زائد غلطیاں ہو جائیں تو ان کے لئے سہو کے دو سجدے ہی کافی ہیں اور نماز میں جان بوجھ کر کی جانے والی غلطی کا ازالہ سجدۂ سہو سے نہیں ہوگا۔ بلکہ نماز باطل ہو جائے گی۔

رکعات میں کمی بیشی پر سجدۂ سہو:

☆ اگر کوئی رکعت چھوٹ گئی تو اس رکعت کو مکمل کرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا جائے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر دیا، تو آپ سے ذوالیدین نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! نماز مختصر ہوگئی ہے، یا آپ بھول گئے ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا ذوالیدین سچ کہہ رہا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''ہاں!'' تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور باقی والی دو رکعات پڑھائیں، پھر سلام پھیرا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا، جو عام سجود کی مانند یا ان سے لمبا تھا، پھر اٹھے۔'' (بخاری: ۱۲۲۸، مسلم۔ ۵۷۳/۹۹)

☆ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا، پھر اپنے گھر چلے گئے۔ ایک آدمی جسے خرباق کہا جاتا تھا، وہ آپ ﷺ کے پاس گیا، اس نے اس چیز کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ غصہ کی حالت میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے لوگوں کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: ''کیا یہ شخص سچ کہتا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں!'' آپ نے ایک رکعت پڑھائی، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔''
(مسلم: ۵۷٤، ابو داؤد: ۱۰۱۸)

☆ اگر کوئی رکعت زیادہ پڑھ لی ہے تو اس پر بھی دو سجدے کیے جائیں گے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی، تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا: ''کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' کہنے والے نے کہا: ''آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔'' تو آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔ (بخاری: ۱۲۲٦، مسلم: ۵۷۲)

اگر کوئی نماز میں بھول کر اضافی رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا ہے تو جہاں یاد آئے وہیں سے پلٹ کر تشہد میں بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر لے۔

درمیانہ تشہد چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو:

☆ اگر کوئی درمیانہ تشہد بھول جائے تو وہ سجدۂ سہو کرے گا۔ سیدنا عبداللہ ابن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے انھیں ظہر کی نماز پڑھائی اور آپ دو رکعتوں پر بیٹھنے کی بجائے کھڑے ہوگئے، چنانچہ لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ جب نماز ختم ہونے والی تھی اور لوگ آپ کے سلام پھیرنے کا انتظار کر رہے تھے تو آپ نے اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔'' (بخاری: ۸۲۹، مسلم: ۵۷۰)

واضح رہے کہ اگر کوئی درمیانہ تشہد بھول گیا ہے اور وہ سیدھا کھڑا ہوگیا ہے تو وہ یاد آنے پر بیٹھے گا

نہیں، بلکہ نماز پوری کرے گا اور آخر میں سلام سے پہلے دو سجدے کرے گا۔ لیکن اگر کھڑا ہونے لگا اور یاد آ گیا تو بیٹھ جائے گا اور اس غلطی پر دو سجدے نہیں۔ کیونکہ مذکورہ بالا عبداللہ ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ایک روایت میں یہ بھی ہے: "ہم نے "سبحان الله" کہا، پس جب آپ سیدھے کھڑے ہو گئے تو آپ نے قیام شروع کر دیا اور آپ واپس نہ لوٹے۔"

(صحیح ابن خزیمة : ۲/۱۱۵، ح: ۱۰۳۱)

☆ درمیانہ تشہد جہاں کرنا چاہیے تھا وہاں نہ کیا، یا جہاں نہیں کرنا چاہیے تھا وہاں کیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

رکعات کی تعداد میں شک پر سجدۂ سہو:

☆ اگر رکعات کی تعداد میں شک پڑ جائے تو اس کی دو شکلیں ہوں گی، ایک یہ کہ اسے یقین نہیں آ رہا کہ آیا اس نے تین پڑھی ہیں یا چار اور دوسری شکل یہ ہے کہ شک پڑھنے پر اس نے غور و خوض کیا اور اسے یقین آ گیا کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ پہلی حالت سے متعلق ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم میں سے کسی کو رکعات کی تعداد کے بارے میں شک پڑ جائے اور اسے معلوم نہ ہو سکے کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو وہ شک کو چھوڑ دے اور یقینی بات پر بنیاد رکھے (یعنی تین پر) اور پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے، اب اگر اس نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہو گی تو یہ سجدے اس کی نماز (کی رکعات) کو جفت کر دیں گے اور اگر اس نے پوری چار رکعت نماز پڑھی ہو گی تو یہ سجدے شیطان کے لئے ذلت کا سبب ہوں گے۔" (مسلم: ۵۷۱)

اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کسی کو دو اور ایک کے درمیان شک ہو جائے تو وہ ایک رکعت شمار کرے اور دو اور تین کے درمیان شک ہو تو دو رکعتیں شمار کرے، اگر تین اور چار کے درمیان شک پڑ جائے تو تین رکعتیں شمار

کرے، پھر باقی نماز پوری کرلے، حتی کہ شک اضافے کے بارے میں رہ جائے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرلے۔" (ابن ماجہ: ۱۲۰۹۔ ترمذی: ۳۹۸)

۲۔ دوسری شکل یہ کہ اسے شک پڑا مگر غور وخوض کے بعد پتا چل گیا کہ اس کی کون سی رکعت ہے تو وہ ظن غالب پر بنیاد رکھے اور آخر میں دو سجدے کرلے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اذا شکّ احدُکم فی صلاتہ فلیتحرّ الصّواب فلیُتمّ علیہ ، ثمّ یُسلّمُ ثمّ یسجُدُ سجدتین)) (بخاری: ۴۰۱۔ مسلم: ۵۷۲)

"جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک پڑ جائے تو وہ ٹھیک بات کو تلاش کرے اور اسی کے مطابق اپنی نماز پوری کرے، پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرلے۔"

واضح رہے کہ "فلیتحر الصواب" اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ "ولیبن علی استیقن" کا معنی مختلف ہے، جیسا کہ مسلم کی حدیث میں جو مختلف چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان سے واضح ہوتا ہے اور یہ فرق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۹۵/۳) میں بیان کیا ہے، اسی طرح امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے صحیح ابن خزیمہ (۱۱۴/۲) میں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان میں، جبکہ امام نووی رحمہ اللہ اور دیگر علماء نے ان دونوں احادیث کا ایک ہی معنی مراد لیا ہے۔

جن غلطیوں پر سجدۂ سہو نہیں:

☆ مندرجہ ذیل غلطیوں پر سجدۂ سہو نہیں کیا جائے گا:

ا۔ کوئی جہالت کی وجہ سے نماز میں بات کرے۔ جان بوجھ کر بولنے والے کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ نے لاعلمی کی وجہ سے نماز میں کوئی بات کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ یہ نماز ہے۔ اس میں دنیا کی باتیں کرنا درست نہیں ہے۔" (مسلم: ۵۳۷)

۲۔کوئی دعا زیادہ مرتبہ پڑھی گئی، یا دعا میں کوئی لفظ زیادہ پڑھا گیا: ایک آدمی نے نماز میں اپنی طرف سے ((رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ)) پڑھ دیا، نماز کے بعد نبی ﷺ نے پوچھا: ''یہ کلمات کس نے کہے تھے؟'' اس شخص نے کہا: ''میں نے!'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تیس سے زیادہ فرشتے دیکھے جو اسے پہلے لکھنے میں مقابلہ کر رہے تھے۔''

(بخاری، کتاب الأذان: ۷۹۹)

۳۔قراءت میں غلطی ہوگئی تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ قراءت بھولنے پر سجدۂ سہو نہیں کیا کرتے تھے۔ (أبو داود: ۹۰۷)

فاتحہ کی قراءت رہ جائے تو:

☆ اگر کوئی شخص کسی رکعت میں سورۂ فاتحہ کی قراءت بھول جائے تو وہ اس رکعت کو دوبارہ پڑھے اور پھر دو سجدے کرے، کیونکہ فاتحہ کے بغیر رکعت ہی نہیں ہوتی۔ اسی طرح رکوع یا سجدہ کرنا بھول جائے تو بھی پہلے وہ رکعت پڑھے، پھر دو سجدے کرے۔

امام و مقتدی کے احکام:

☆ اگر امام بھول جائے تو مقتدی امام کو غلطی پر متنبہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ)) (مسلم: ۵۷۲)

''جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد کروا دیا کرو۔''

(اگر امام قرأت میں سے کچھ بھول جائے تو اسے بھولا ہوا لفظ بتانا چاہئے۔ اگر کوئی اور غلطی ہو جائے تو مرد ''سبحان اللہ'' کہہ کر اور عورتیں تالی بجا کر آگاہ کریں)

☆ امام غلطی سے اضافی رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو مقتدیوں کو تنبیہ کرنی چاہیے، امام پلٹ آئے تو صحیح ورنہ مقتدی بھی امام کی اقتدا کریں، کیونکہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بھول کر ظہر کی پانچ رکعات پڑھا دیں، جب سلام پھیرا تو لوگوں نے پوچھا: ''کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''آپ نے پانچ رکعات پڑھا دی ہیں۔'' تو آپ ﷺ نے سجدۂ سہو کیا۔ (بخاری: ۱۲۲۶۔مسلم: ۹۱/۵۷۲)

☆ امام غلطی سے دوسرے رکن میں منتقل ہو گیا تو مقتدیوں کو بھی امام کی اقتدا کرنی چاہیے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بھول کر درمیانہ تشہد بیٹھے بغیر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے (تو صحابہ بھی پیچھے کھڑے ہو گئے) اور آپ نے نماز مکمل کر کے سجدۂ سہو کیا.... اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ (بخاری: ۱۲۳۰۔مسلم: ۸۶/۵۷۰)

☆ کسی غلطی پر امام سجدۂ سہو کرے تو مقتدیوں کو بھی سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔ (ایضاً)

☆ مقتدی جماعت کے دوران میں کوئی انفرادی غلطی کر لیتا ہے تو اس پر سجدۂ سہو نہیں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام مقتدیوں کا ضامن ہے۔'' (أبو داؤد: ۵۱۷۔ترمذی: ۲۰۷)

☆ لیکن اگر مقتدی جماعت کے بعد والی رکعات میں غلطی کرے تو وہ سجدۂ سہو کرے، یا امام کے ساتھ ہی ہے، لیکن کسی وجہ سے اس کی قراءت فاتحہ رہ جائے، یا رکوع وسجدہ رہ جائے تو وہ بعد میں وہ رکعت دوبارہ پڑھے اور دو سجدے کرے۔

سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ:

☆ سجدۂ سہو نماز کے دوسرے سجدوں کی طرح کیا جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''پھر آپ نے '' اللہ اکبر '' کہا اور عام سجدوں کی طرح سجدہ کیا، یا اس سے کچھ لمبا، پھر سر اٹھاتے ہوئے '' اللہ اکبر '' کہا، پھر '' اللہ اکبر '' کہتے ہوئے سر رکھا اور عام سجدوں کی طرح، یا ان سے کچھ لمبا سجدہ کیا، پھر '' اللہ اکبر '' کہتے ہوئے سر اٹھایا۔'' (بخاری: ۱۲۲۹۔مسلم: ۵۷۳)

☆ سجدۂ سہو کرنے کے دو مقامات ہیں:

۱۔ آخری تشہد میں دعائیں مکمل کرنے کے بعد دو سجدے کریں، پھر سلام پھیر لیں۔

(بخاری: ۱۲۲٤۔مسلم: ۱۲٦۹)

۲۔ دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کریں اور پھر سلام پھیریں۔

(بخاری: ۱۲۲۶۔ مسلم: ۵۷٤)

سجدۂ سہو کے مذکورہ بالا دونوں طریقے جائز ہیں۔ دونوں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جس غلطی پر جو طریقہ اختیار کیا ہے، وہاں وہ طریقہ افضل ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتیں رہ جانے پر انھیں ادا کیا اور سجدے سلام کے بعد کیے تو اس صورت میں سلام کے بعد بہتر ہیں اور ایک دفعہ آپ کا درمیانہ تشہد رہ گیا تو آپ ﷺ نے سجدے سلام پھیرنے سے پہلے کیے تو اس صورت میں پہلے افضل ہیں۔

☆ آخری تشہد میں دعائیں مکمل پڑھنے کے بعد ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرنا اور پھر دوبارہ مکمل تشہد پڑھنا پھر سلام پھیرنا، یہ کسی صحیح حدیث میں موجود نہیں۔

☆ باتیں کرنے یا وقت گزرنے سے کوئی فرق نہیں پڑھتا، یعنی نماز دہرانی نہیں پڑے گی۔ ذوالیدین کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے باتیں کرنے اور وقت گزرنے کے باوجود نماز نہیں دہرائی، صرف باقی نماز ادا کی اور سجدۂ سہو کیا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کچھ وقت گزر گیا، یا باتیں کر لیں تو نماز دہرانی پڑے گی، جبکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ یہ ذوالیدین والی صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

☆ ایک نماز میں ایک سے زائد غلطیاں ہو جائیں تو ان سب کے لئے ایک ہی سجدۂ سہو کافی ہے۔

جماعت میں شریک ہونے کا بیان

تالیف: الشیخ عبدالرحمن عزیز

منفرد کے ساتھ نماز میں شریک ہونا:

☆ تنہا آدمی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرا شخص آئے تو وہ اس کے ساتھ مل جائے اور پہلا جماعت شروع کرادے، یعنی جماعت کے لئے پہلے سے امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں، جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور میں آ کر آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے مجھے پکڑ کر دائیں جانب کر دیا۔''

(بخاری: ۶۹۹۔ مسلم: ۷۶۳)

جماعت میں شامل ہونے کا طریقہ:

☆ بعد میں آنے والا شخص امام کو جس حالت میں پائے، تکبیر تحریمہ کہہ کر اسی حالت پر چلا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لئے آئے اور امام کسی حالت میں ہو تو اسے وہی کرنا چاہیے جو امام کر رہا ہو۔''

بعض لوگ آتے ہیں، امام رکوع یا سجدہ میں ہو تو وہ جماعت میں شامل ہونے کے لئے امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرتے رہتے ہیں، یہ غلط ہے اور بعض لوگ پہلے دعائے استفتاح پڑھتے ہیں پھر امام والی حالت میں منتقل ہوتے ہیں، یہ بھی جائز نہیں۔

بعض لوگوں نے جماعت میں شریک ہونے کا بڑا عجیب و غریب طریقہ ایجاد کر لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ بیچ میں شامل ہونے والا وہی رکعت پڑھے، جو امام پڑھ رہا ہے اور جو رکعات گزر گئی ہیں وہ بعد میں ادا کرے۔ مثلاً: دوسری رکعت میں شریک ہونے والا اس ترتیب سے نماز ادا کرے: 2......3......4......1۔ تیسری رکعت میں شریک ہونے والا اس ترتیب سے نماز ادا کرے: 3......4......1......2۔ چوتھی رکعت میں شریک ہونے والا اس ترتیب سے

نماز ادا کرے: 4۔۔۔۔۔۔1۔۔۔۔۔۔2۔۔۔۔۔۔3۔ یعنی شامل ہونے والا الٹی ترتیب سے نماز پڑھے۔ قرآن وسنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ جس رکعت میں بھی جماعت میں شریک ہوں، وہ آپ کی پہلی رکعت ہوگی اور باقی نماز اسی ترتیب سے مکمل کریں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جتنی (رکعات جماعت سے) مل جائیں ادا کرلو اور جو رہ جائیں بعد میں پوری کرلو۔'' (بخاری:٦٣٦۔مسلم:٦٠٢)

رکوع میں ملنے والے کی رکعت:

☆ رکوع کی حالت میں جماعت میں شامل ہونے سے وہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس قدر نماز (امام کے ساتھ) پالو وہ پڑھ لو اور نماز کا جو حصہ رہ جائے وہ (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پورا کرو۔'' (بخاری:٦٣٦۔مسلم:٦٠٢)

اور حدیث کی رو سے جس شخص کا قیام اور سورۂ فاتحہ فوت ہوگئی، اس پر فرض ہے کہ چھوٹی ہوئی چیز کو مکمل کرے اور مکمل نہ کرنے والے کی نماز کیونکر مکمل ہوسکتی ہے؟

☆ امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''جس کے فرائض قراءت وقیام فوت ہوجائیں اس پر لازم ہے کہ اسے مکمل کرے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے (پورا کرنے کا) حکم دیا ہے۔'' (بخاری:٩٠١)

☆ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص رکوع میں شامل ہو تو اس کا قیام اور سورۂ فاتحہ کی قراءت فوت ہوگئی، جبکہ (رکعت شمار کرنے کے لئے) یہ دونوں فرض ہیں، ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور حدیث رسول میں حکم دیا گیا ہے کہ جو گزر جائے اس کی قضا کی جائے اور جو رہ جائے اسے (امام کے سلام پھیرنے کے بعد) پورا کیا جائے، اور ان میں سے کسی امر کی تخصیص نص شرعی کے بغیر جائز نہیں (کہ فلاں رکن کے چھوٹنے کے باوجود نماز ہوجائے گی) اور ایسی کوئی دلیل موجود نہیں۔'' (المحلی:٣٨٩/٢)

☆ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
''سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی شخص رکوع نہ کرے۔'' (بخاری : ۷۷)

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''امام کو اگر رکوع جانے سے پہلے کھڑے نہ پالو تو تمھاری وہ رکعت نہ ہوگی۔'' (جزء القراءة، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم : ۲۰۔ اس کو علامہ الالبانی نے حسن کہا ھے)

☆ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کوئی شخص سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر رکعت شمار نہ کرے۔'' (المحلی : ۲/۳۹۰)

☆ علامہ نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب ''جزء القراءة'' میں فرمایا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ہوتی اور یہ ہر اس شخص کا مذہب ہے جو قرأتِ فاتحہ خلف الامام کو واجب سمجھتا ہے اور جمہور اہل علم چونکہ قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں، اس اعتبار سے رکوع میں ملنے والے کی رکعت کا نہ ہونا جمہور کا مسلک ہوا۔''
(دلیل الطالب علی راجع المطالب : ۳٤٥)

☆ علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک انھی کا قول راجح ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے۔'' (تحفة الأحوذی، السفر، باب کرھیة فی الرجل یدرك الإمام ساجدًا)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے البتہ تین چیزوں کا (ثواب جاری رہتا ہے) (۱) صدقہ جاریہ (۲) فائدہ مند علم (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔'' (مسلم)
علم دین خود حاصل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا اس کا نفع بھی قیامت تک ان شاء اللہ جاری و ساری رہے گا۔ درجہ بدرجہ ہر مسلمان کی ذمہ داری تو ہے ہی لیکن ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے خود بھی قرآن اور حدیث کا علم حاصل کریں اور اس کے مطابق عمل بھی کریں اور کتابی صورت میں بھی دوسرے مسلمان بھائیوں تک پہنچائیں۔